خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۲

# قافلۂ جنّت کی علامت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

# انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی
صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

# ضروری تفصیل

وعظ : قافلۂ جنت کی علامت

واعظ : عارف باللہ مجدِدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۷/ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳/ مارچ ۲۰۰۰ء بروز پیر

مقام : مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۵/ فروری ۲۰۱۵ء بروز بدھ

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

## قارئین و محبین سے گزارش



اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

# عنوانات

اللہ کے خوف کی علامت اور مقدار ........................................ ۶
”خانقاہ“ = علم کی روشنی + عشق کا راستہ ........................................ ۶
علم عظیم ........................................ ۷
تقویٰ کا امتحان ........................................ ۹
منازلِ اولیاء کے نشان ........................................ ۱۰
اہلِ تقویٰ کا حسّاس قلب اور تقویٰ کا انعامِ عظیم ........................................ ۱۱
بابِ تقویٰ کی حفاظت میں اہل اللہ کا نورِ بصیرت ........................................ ۱۲
ولایتِ صدیقیت تک پہنچنے کا پہلا اور آخری موقع ........................................ ۱۳
قلبِ شکستہ کی لذتِ بے مثل ........................................ ۱۴
قافلۂ جنت اور اُس کی علامات ........................................ ۱۶
خوف اور خشیت کا فرق ........................................ ۱۹
گناہوں سے بچنے کا آسان راستہ ........................................ ۲۱

❁❁❁❁

## دیدۂ اشک باریدہ

لذّتِ قربِ ندامت گریۂ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ نہیں

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہوگئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں

اخترؔ

# قافلۂ جنّت کی علامت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰی ﴿۴۰﴾

فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ہِیَ الْمَاْوٰی ﴿۴۱﴾[1]

آج ایک بہت اہم مضمون بیان کرنا ہے جو ابھی دل میں آیا ہے اور وہ یہ کہ جنت میں جانے کا راستہ کیا ہے؟ جنت کس کا ٹھکانہ ہے؟ منزلِ جنت کے باشندے، جنت میں رہنے والے کون لوگ ہیں؟ یعنی جنت جن کے لیے مقدر ہے وہ کون لوگ ہیں؟ ''قافلۂ جنت کی علامت'' کیا ہے؟ کیسے معلوم ہو کہ یہ آدمی جنتی ہے اور قافلۂ جنت والا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ اُس کی علامت بیان فرمارہے ہیں کہ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰی جو اپنے رب کے سامنے حساب کے لیے کھڑے ہونے سے ڈرے کہ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے تو کیا جواب دوں گا اور نفس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے تمام تقاضوں سے روکے یعنی اپنا دل توڑ دے، اللہ پاک کے قانون کو نہ توڑے لہٰذا جب آپ کے دل میں کوئی خواہش پیدا ہو تو اپنے دل ہی سے پوچھو۔ میں آپ ہی کو مفتی بنارہا ہوں کہ اپنے دل سے پوچھو کہ اگر یہ خواہش ہم پوری کرلیں تو ہمارا دل تو خوش ہوجائے گا لیکن اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوگا یا نہیں؟ جب آپ کا دل کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ تو ناخوش ہوجائے گا تو آپ دل کو توڑ دیں، اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہ توڑیں۔ جو عظمتِ الٰہیہ کا احترام کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اُسے دنیا میں اور آخرت میں معظم، معزز اور مکرم کرتے ہیں اور جو اپنے دل کی حرام خوشیوں کو نہیں توڑتا اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑ کر اپنا دل خوش کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو توڑ دیتا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

[1] النّٰزعٰت: ۴۰-۴۱

## اللہ کے خوف کی علامت اور مقدار

تو جنت کے قافلے کی علامت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جو اپنے رب کو حساب دینے سے خوف کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ اللہ تعالیٰ کو کیا حساب دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت کیا ہے؟ وَ نَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی اپنے نفس کو بُری خواہشات سے روکتا ہو۔ بس اتنا خوف ہو کہ گناہ سے رُک جائے، اپنے نفس کی اُن خوشیوں کو جو مرضئ الٰہی کے خلاف ہوں توڑ دینے کی توفیق ہو جائے۔ اس سے زیادہ خوف مطلوب نہیں ہے کہ ہر وقت خوفِ الٰہی سے کانپتا رہے اور بیوی بچوں کا حق ادا نہ کر سکے اور دکان پر بھی نہ جا سکے اور چارپائی پر لیٹا ہوا کانپ رہا ہے کہ خوفِ الٰہی سے تڑپ رہا ہوں۔ اتنا خوف فرض تو درکنار جائز ہی نہیں ہے، اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَاتَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ[۲] جو لوگ عربی قواعد سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ مِنْ خَشْیَتِکَ یعنی اے اللہ! میں آپ کے خوف میں سے کچھ حصہ مانگتا ہوں، اتنا خوف مانگتا ہوں جو میرے اور آپ کے معاصی کے درمیان حائل ہو جائے، اس سے زیادہ اگر خوف مل جائے تو میں چارپائی پر ہی لیٹ جاؤں گا، اسی لیے مِنْ خَشْیَتِکَ فرمایا۔ خشیت کے معنیٰ بھی خوف کے ہیں لیکن خشیت اور خوف میں کیا فرق ہے؟ قرآنِ پاک میں کہیں خوف آیا ہے کہیں خشیت آیا ہے جبکہ خشیت کے معنیٰ بھی ڈرنے کے ہیں اور خوف کے معنیٰ بھی ڈرنے کے ہیں تو خوف اور خشیت میں کوئی فرق تو ہونا چاہیے۔ بتاؤ! کتنا علمی سوال ہے؟

## ”خانقاہ“ = علم کی روشنی + عشق کا راستہ

یہ اس لیے بتاتا ہوں کہ تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ خانقاہ میں علم نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خانقاہوں میں علم نہیں ہوتا، خالی پیری مریدی ہوتی ہے۔ بس چند وظائف اور حق وھو کرنے کا نام خانقاہ ہے۔ الحمد للہ! یہ ہمارے بزرگوں کا فیض ہے کہ یہاں

[۲] جامع الترمذی: ۱۸۸/۲، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

خالی پیری مریدی نہیں ہے، علم کی روشنی میں اللہ کا راستہ طے کیا جاتا ہے اور علم کی روشنی میں اللہ سے محبت کرنے کا نام ہی خانقاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم ہے کہ بڑے بڑے علماء اس فقیر کے علم کو نوٹ کرتے ہیں۔

## علم عظیم

جنوبی افریقہ سے بخاری شریف پڑھانے والے ایک محدث یہاں آئے تھے، میرے خلیفہ بھی ہیں اور جنوبی افریقہ کے صوبہ ڈربن میں شیخ الحدیث ہیں۔ بہت بڑے عالم ہیں، اُن سے میں نے گزارش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ[۳] تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وَفِّقْنَا کے بجائے یہاں وَارْزُقْنَا کیوں مانگا یعنی یہ نہیں مانگا کہ اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اُس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اُس سے بچنے کی توفیق عطا فرما بلکہ اس عنوان سے مانگا کہ اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ اور حق بات کی اتباع کو ہمارا رزق، ہماری روزی بنادے اور باطل کو باطل دکھا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ اور باطل سے اجتناب، دوری اور احتیاط کو بھی ہمارا رزق بنادے تو یہاں توفیق کیوں نہیں مانگی، رزق کیوں مانگا، اس میں کیا راز ہے؟ میں نے گزارش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو دوسری حدیث سے سمجھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لَنْ تَمُوْتَ نَفْسًا حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا[۴] کوئی نفس یعنی کوئی جاندار ہرگز نہیں مرے گا جب تک اپنا رزق مکمل استعمال نہیں کرلے گا یعنی جسے آپ کہتے ہیں کہ (Complete) نہیں کرلے گا۔ جب تک اپنا رزق مکمل نہیں کھالے گا۔ جب رزق کا ایک دانہ بھی باقی نہیں رہے گا تب اُسے موت آئے گی۔ اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وَارْزُقْنَا اس لیے فرمایا کہ جس طرح پیٹ کی دنیوی روزی مکمل کیے بغیر کوئی نہیں مرے گا تو ہمیں نیک عمل کا مکمل رزق دے دے اور بُرائی سے

---

[۳] تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۵۰

[۴] شعب الایمان للبیہقی: ۲/۶۷، (۱۱۸۵)، باب التوکل باللہ عزوجل والتسلیم لامرہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

بچنے کا رزق بھی مکمل دے دے تاکہ میرا اُمتی نہ مرے جب تک اے اللہ! وہ آپ کا پورا پورا تابع دار اور پورا پورا فرماں بردار نہ ہو جائے، جب تک وہ اپنا رزق اتباعِ حق اور اپنا رزق اجتناب عن الباطل کا مکمل نہ کر لے یعنی جب تک اپنی روزی نیک عمل کی پوری نہ کر لے اور جب تک گناہوں سے پرہیز کا وہ پورا مرزوق نہ ہو جائے، نافرمانی سے پورا پورا بچنا اُس کا نصیب اور مقدر نہ ہو جائے میرے کسی اُمتی کو اُس وقت تک موت ہی نہ آئے۔ یہ سن کر بخاری شریف پڑھانے والے اُن شیخ الحدیث نے کہا کہ زندگی پڑھاتے ہوئے گزر گئی لیکن کبھی یہ نکتہ ذہن میں نہیں آیا، نہ آج تک کسی کتاب میں یہ مضمون پڑھا، نہ اپنے اساتذہ سے سنا۔ میں نے کہا بھئی! میں نے بھی نہیں سنا، نہ میں نے دیکھا لیکن میں کیا کہوں۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

اللہ تعالیٰ کی مہربانی اُس کا کرم ہے، بزرگوں کی دُعائیں لگ گئیں۔

ایک شاعر مجھے ملا اُس نے ایک شعر سنایا۔

چاند تارے مرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دُعاؤں کا اثر لگتا ہے

یہ میرا پچھتر سال کا تجربہ ہے کہ کسی اللہ والے کی خدمت کر لو، اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ یہ میرے پیاروں کی خدمت کرتا ہے، اُمید ہے ان شاء اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ محروم نہیں رہے گا اور ہماری لاکھوں عبادتوں سے اللہ کا ذرّۂ کرم افضل ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ذرّۂ سایہ عنایت بہتر است
اَز ہزاراں کوشش طاعت پرست

معمولی مضمون نہیں ہے۔ یہ مولانا رومی ہیں کہ اللہ کی عنایت و رحمت کا ایک ذرّہ سایہ مل جائے تو ہماری ہزار ہا محنت سے وہ بہتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس حدیثِ پاک میں رزق کی یہ شرح جو میں نے کی ہے ساری کتابوں میں دیکھ ڈالو اُمید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم اختر پر

خاص پائیں گے۔ ذٰلِكَ مِمَّا خَصَّنِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِكَرَمِهٖ یہ وہ علوم ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اختر کو اُمید ہے کہ شاید خاص کیا لیکن میں شاید کہتا ہوں تواضع اور دعویٰ توڑنے کے لیے اور یہ شاید کہنا بھی میں نے اپنے بڑوں سے سیکھا ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو یہ شعر سنایا کہ ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

اور حضرت نے فرمایا کہ یہ شاید میں نے تواضع کے لیے کہا ہے تا کہ بڑائی ثابت نہ ہو۔ ہمارے بزرگ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ ہماری زبان سے اپنی بڑائی ثابت نہ ہو۔

## تقویٰ کا امتحان

یہ مستقل دردِ دل خانقاہوں سے لیا جاتا ہے۔ نفلی حج اور عمرہ تو سب ہی کر لیتے ہیں، مسجد کے گوشے میں تو بہت لوگ تلاوت کر لیتے ہیں اور رو لیتے ہیں لیکن کمال یہ ہے کہ جب بندر روڈ اور الفنسٹن اسٹریٹ سے گزرو جہاں بے پردہ عورتیں ہوں وہاں تقویٰ سے رہو۔ جو بلّی چوہوں کے باوجود پرہیز گار رہے، سامنے چوہے ہوں لیکن نظر پھیر لے تب سمجھو کہ ہاں یہ صوفی ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ ایک بلّی کی کھوپڑی پر چراغ جلا کر اُس چراغ کی روشنی میں فرامین سلطنت لکھتا تھا۔ بلّی کو ایسی تربیت اور ٹریننگ دی تھی کہ وہ سر نہیں ہلاتی تھی کہ چراغ گر جائے گا۔ بادشاہ کو ایک دن احساس ہوا کہ میں بہت ہی زبردست مربّی ہوں۔ اپنے وزیر کو بلایا اور کہا کہ اے وزیر! دیکھ میرا کمال! میں نے اس بلّی کو کیسی تربیت دی ہے۔ مجال نہیں کہ یہ سر ہلا دے اور چراغ گرا دے۔ وزیر نے کہا کہ حضور میں آپ کی تربیت یافتہ بلّی کا امتحان اور ایگزام (Exam) لوں گا یعنی کیٹ (Cat) کا امتحان بذریعۂ ریٹ (Rat) لوں گا۔ تب پتا چلے گا کہ آپ کی تربیت کا کیا ریٹ (Rate) ہے۔

دوسرے دن وزیر آیا اور اپنے جھولے میں ایک چوہا لے آیا۔ جب بادشاہ نے بلّی کے سر پر چراغ جلایا اور فرمانِ سلطنت لکھنے لگا، تب وزیر نے تھیلے سے چوہے کا سر نکال کر بلّی کو دور سے دکھایا۔ بلّی نے جو چوہا دیکھا تو مارے خوشی کے اُس کی مونچھیں کھڑی ہو گئیں کہ آج

تو بہترین شکار ہے اور تھوڑی دیر بعد غرر، غرر، غرر شروع کر دیا۔ وزیر نے جب دیکھا کہ بلّی مست ہورہی ہے اور کیٹ کاریٹ کے ساتھ ٹارگٹ نوے ڈگری کا بن گیا ہے تو اُس نے چوہے کو چھوڑ دیا۔ جیسے ہی چوہے کو چھوڑا تو بلّی نے حملہ کر دیا اور سارا تقویٰ ٹوٹ گیا۔ سارا دعوائے نسبت و دعوائے تہذیب و تربیت و ٹریننگ سب پاش پاش ہو گیا۔ چراغ کا ٹھیکرا کہیں گرا، بتّی کہیں گری، تیل کہیں گرا تو بادشاہ بھی اپنی حماقت اور تربیت کے دعوے پر ہنسا اور وزیر نے کہا دیکھا آپ نے کیٹ کی تربیت کا حال! کیٹ کا امتحان ریٹ سے لیا جاتا ہے۔ جب کسی صوفی کے سامنے بازاروں میں بے پردہ عورتیں آئیں یا جہاز پر بیٹھے اور ایئرہوسٹس سامنے آئے اب امتحان ہے۔ اب پتا چلے گا کہ اُس کا تعلق اللہ سے زیادہ ہے یا اپنے نفس سے زیادہ ہے۔ یہ نفس کی خواہش کا غلام ہے یا اللہ تعالیٰ کا شریف بندہ ہے۔

لَا شُجَاعَةَ یَافَتٰی قَبْلَ الْحُرُوْبِ

مولانا رومی فرماتے ہیں اے جوان! تیری ڈینگ اور لاف زنی کی کوئی حقیقت نہیں، قبل جنگ کے ہم تیری شجاعت و بہادری کو تسلیم نہیں کریں گے۔ جنگ میں بہادری دکھائے تو بہادر ہے۔ نفس و شیطان کی جنگ میں جب اللہ والا اپنی محبت کا جھنڈا لہرادے اور نظر پھیر لے اور اپنے دل کی خواہشات کو پاش پاش کر دے، دل کو توڑ دے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہ توڑے، اُن کے قانون کی حرمت اور عظمت کا جھنڈا لہرادے تب سمجھو کہ یہ بندہ صاحبِ نسبت ہے، صاحبِ ولایت ہے، اللہ کا مقبول ہے، اللہ کا پیارا ہے۔ خانقاہوں میں اسی کی مشق کی ضرورت ہے۔ گناہ کے چھوڑنے میں، بُری خواہشوں کے توڑنے میں اور اللہ پر فدا ہونے میں جو جتنا زیادہ غم اُٹھائے گا، جتنا زخمِ حسرت کھائے گا اُتنا ہی بڑا ولی اللہ ہو گا۔ اگر کسی نے دس کلو غم اُٹھایا تو نور بھی دس کلو پیدا ہو گا۔

## منازلِ اولیاء کے نشان

اسی غم سے اولیائے اللہ کے مراتب کا پتا چلتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اولیائے اللہ کے مراتب اور اُن کے درجات کا کیسے پتا چلتا ہے، تو کہہ دو کہ اسی غم سے پتا چلے گا کہ اُس کے وہ مراغبِ طبعیہ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہیں، وہ اپنے اُن مراغبِ طبعیہ کو احکامِ شرعیہ کے

تابع کرتا ہے یا نہیں یعنی جب کسی صوفی کے دل کے مرغوبات اور طبعی پسندیدہ چیزیں سامنے ہوں لیکن اللہ اُن مرغوبات سے راضی نہ ہو اُس وقت یہ اپنی پسند اور مرغوبات پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کو غالب کرتا ہے یا نہیں؟ اگر دیکھو کہ اُس نے اپنے مراغبِ طبعیہ کو احکامِ شرعیہ کے تابع کردیا تو سمجھ لو کہ یہ صاحبِ نسبت ہے، ولی اللہ ہے، اللہ کا مقبول ہوچکا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا پیارا اور مقبول ہونے کی علامت یہی ہے کہ وہ غیر مقبول کام نہیں کرتا۔

## اہلِ تقویٰ کا حسّاس قلب اور تقویٰ کا انعامِ عظیم

اگر کبھی احیاناً احتیاط کرنے میں قصور ہوگیا، کچھ خطا ہوگئی، چند اعشاریہ بھی نفس نے مزہ لوٹ لیا تو اُس کے دل کا تھرمامیٹر ایسا حسّاس ہوتا ہے جیسے صرّاف کا ترازو کہ جب وہ سونا اور جواہرات تولتا ہے تو سانس بھی روک لیتا ہے ورنہ سانس سے بھی ترازو ہل جاتا ہے ایسے ہی اہل اللہ جو اللہ پر فدا رہتے ہیں اُن کے قلب کا میزانیہ اور قلب کی ترازو کی نزاکتیں اتنی حسّاس کردی جاتی ہیں کہ اگر ان کا نفس ایک اعشاریہ بھی حرام مزہ امپورٹ کرلے تو اُن کا دل خوف سے ہل جاتا ہے اور پھر اشکِ ندامت و گریہ و زاری پر عالمِ غیب کے کرم سے عالمِ غیب کے بوسے اُن کو ملتے ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

از لبِ نادیدہ صد بوسہ رسید
من چہ گویم روح چہ لذت کشید

اللہ تعالیٰ کے لب نظر نہیں آتے کیوں کہ وہ لبوں سے پاک ہیں لیکن اُن کی راہ میں گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانے سے دل اُن کے پیار کے بوسے، اُن کے قرب کی حلاوت محسوس کرتا ہے۔ اللہ ارحم الراحمین ہے۔ وہ اپنے بندوں کے مجاہدے کو اور اپنے بندوں کے غم کو رائیگاں نہیں کرتا ؎

ان حسینوں سے دل بچانے میں
ہم نے غم بھی بڑے اُٹھائے ہیں

جب حسین شکلیں سامنے آئیں، جب گناہ کا موقع آئے تب پتا چلتا ہے کہ کس قدر اللہ کا عاشق ہے، تب پتا چلتا ہے کہ یہ اللہ کے راستے کا مرد ہے یا مخنّث ہے۔ جو مردانِ خدا ہیں وہی گناہ سے

بچتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اُن کے قلب کو حسّاس کردیتے ہیں کیوں کہ اللہ لطیف ہے، لطیف نام ہے اُن کا، تو اپنے عاشقوں کے مزاج میں بھی وہ لطافت پیدا کردیتے ہیں اور کثافت سے پاک کردیتے ہیں۔ گناہوں میں کثافت ہے، اللہ کی عبادت میں لطافت ہے تو جب شیطان و نفس اُن کو عبادت سے انحراف کرا کے کثافت کا ایک ذرّہ داخل کرنا چاہتے ہیں تو اُن کے قلب کی ترازو میں رعشہ اور لرزہ پیدا ہوجاتا ہے اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہمارا دُشمن کوئی گڑبڑ قسم کی لذتِ حرام قلب میں امپورٹ کررہا ہے تو فوراً اپنے قلب کی نگرانی کرتے ہیں۔

## بابِ تقویٰ کی حفاظت میں اہل اللہ کا نورِ بصیرت

مثلاً اگر نفس اُن کو کبھی دھوکا دینے کی کوشش کرے کہ یہ لڑکا پڑھنے میں بہت اوّل نمبر ہے یا یہ لڑکی جو قرآن شریف یاد کررہی ہے بہت ہی تیز ہے، اس کے لیے خاص دعا کرو اور اس پر دَم کردو اُس وقت اپنے عاشقوں کو اللہ تعالیٰ فوراً سمجھ اور فہمِ سلیم اور عقلِ سلیم دیتے ہیں کہ یہ نفس ہے جو کبھی دین کے راستے سے دھوکا دیتا ہے، اور اُن کو اپنے قلب کی استقامت کے ترازو کو قائم رکھنے کے لیے ہمتِ عالیہ عطا کرتا ہے۔ اُس وقت وہ اس شعر پر عمل کرتے ہیں۔ میرا شعر ہے، سینیے ؎

ہمارے نفسِ امارہ نے جب دامِ بتاں بدلا
تو ہم نے بابِ تقویٰ پر بھی فوراً پاسباں بدلا

بتوں کو یعنی حسینوں کو پھنسانے کے لیے نفس نے جب نیا جال نکالا تاکہ صوفی کو پتا بھی نہ چلے کہ میں کیا کررہا ہوں، وہ یہ سمجھے کہ میں تو خالی حسینوں پر پھونک مار رہا ہوں۔

پھونک پر یاد آیا کہ برطانیہ میں ایک میمن آیا، بہت موٹا تھا۔ سب تو پھونک مانگ رہے تھے لیکن اُس نے کہا مولانا! ہم کو ایک پھونکا دے دو۔ زندگی میں کبھی میں نے یہ لفظ نہیں سنا تھا، مجھے بھی گدگدی لگی اور ہنسی آگئی تو میں نے پورا مزہ لینے کے لیے منبر سے اعلان کردیا کہ جس جس کو پھونکا لینا ہو، جلدی آجاؤ۔ آج یہ فقیر کسی کو اپنے پھونکا سے محروم نہیں کرے گا، میں نے وہی لفظ استعمال کیا جس سے مجھے مزہ آیا۔ میں حلال مزہ ایک بھی نہیں

چھوڑتا، مگر حرام سے بچنے کی پوری کوشش کرنے کی اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں۔ اگر کوئی اس شعر پر ایک لاکھ روپے انعام بھی دے تو بھی اس شعر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

ہمارے نفس امارہ نے جب دامِ بتاں بدلا
تو ہم نے بابِ تقویٰ پر بھی فوراً پاسباں بدلا

ہمارے نفس امارہ نے جال بدل دیا اور نیا جال لایا پرانا شکاری تاکہ صوفی کو پتا ہی نہ چلے کہ میں کس جال میں پھنس رہا ہوں تو ہم نے بھی تقویٰ کے گیٹ پر فوراً گیٹ مین بدل دیا کہ یہ تو خود ڈاکوؤں سے مل گیا ہے۔ بتایئے! اگر آپ کا پاسبان، گیٹ مین اور چوکیدار ڈاکوؤں سے مل جائے تو آپ اُسے بدلیں گے یا نہیں؟ تو یہ نفس بہت ظالم ہے۔ یہ اللہ کے حرام کیے ہوئے اعمال میں پھنسانے کے لیے طرح طرح کے جال بناتا ہے۔ تو عقل مند صوفی وہ ہے جو نفس کے جالوں سے اور نفس کی چالوں سے ہوشیار رہے اور جب دیکھے کہ نفس مکاری کرکے گناہ کے نئے جال میں پھنسانا چاہتا ہے تو تقویٰ کی حفاظت میں اور مضبوط ہو جائے، اور زیادہ قوی تدابیر اختیار کرکے بابِ تقویٰ کی حفاظت کرے۔

## ولایتِ صدیقیت تک پہنچنے کا پہلا اور آخری موقع

بس میں دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اگر آپ کو اولیائے صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچ کر مرنا ہے اور ایسی زندگی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی کامل حیات نہیں جو اللہ تعالیٰ کو اتنا راضی کرلے کہ اولیائے صدیقین کی آخری سرحد کو چھولے کیوں کہ اُس کے بعد ولایت کا کوئی درجہ نہیں ہے اور جو اس درجے کو نہیں چھوئے گا تو ایک دن مرنا تو ہے مگر ناقص مرے گا، نامکمل مرے گا اور لذتِ حیات سے ناآشنا مرے گا، لذتِ حیاتِ اولیائے صدیقین سے ناآشنا موت آئے گی اور اُس کی پھر کوئی تلافی نہیں کیوں کہ مرنے کے بعد دوبارہ نہیں آنا ہے۔ مرنے کے بعد دوبارہ کوئی زندہ ہوا ہے؟ یہی ایک فیلڈ بارِ اوّل میں، مرتبۂ اولیٰ میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے، ایک ہی دفعہ زندگی ملنی ہے تو کیوں نہ ہم تھوڑی سی کوشش کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں جان کی بازی لگا دیں۔

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جس کی جتنی قربانی
اُتنی خدا کی مہربانی

ناممکن ہے کہ بندہ اللہ کے راستے میں غم اُٹھائے اور اپنی بُری خواہشوں کو توڑ دے اور اللہ کے قانون کو نہ توڑے، احترامِ قانونِ شرعیہ کی وجہ سے اپنے مراغبِ طبعیہ کو توڑتا رہتا ہے۔ بتاؤ! یہ الفاظ کبھی آپ نے سنے تھے مجھ سے۔

نئے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں

## قلبِ شکستہ کی لذتِ بے مثل

تو کیا اُس کے شکستہ قلب پر، اُس کی آرزو کی شکست و ریخت اور ٹوٹے ہوئے دل پر خدائے تعالیٰ کو رحم نہ آئے گا کہ میری وجہ سے یہ بندہ کتنا غم اُٹھا رہا ہے، کتنے زخمِ حسرت کھا رہا ہے، ہر وقت نظر کو بچا بچا کر دل کو پاش پاش کر رہا ہے تو کیا خدا ارحم الراحمین نہیں ہے، ایسے عاشقوں کے دل پر اُس کو رحم نہ آئے گا؟ وہ خالقِ لذاتِ کائنات اور خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات اُس کو اتنا مزہ دے گا کہ سارے عالَم کی لیلاؤں کا حسن ماند پڑ جائے گا اور دنیا میں اُس کے لطف کی مثال نہ ہوگی اور اللہ کی رضا اور اللہ کے نام پر فدا ہونے کی برکت سے اُس عاشق کا لطف غیر محدود ہوگا، بے مثل ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ بے مثل ہے، غیر فانی ہے، غیر محدود ہے اس لیے جو اُن پر فدا ہوتا ہے اُس کو وہ بے مثل، غیر فانی اور غیر محدود مزہ عطا فرماتے ہیں۔

کاش! یہ بات میری اور آپ کی سمجھ میں آجائے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ! آپ اللہ پر فدا ہونے کو اپنی کامیابی کا راز سمجھیں گے اور اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچنے کی منزل اس کی ابتدا ہی سے محسوس کریں گے۔ جس دن سے آپ اپنی خواہش کو توڑنے کی مشق کریں گے اسی دن سے آپ کو اولیائے صدیقین کی خوشبودار ڈش (Dish) محسوس ہونے لگے گی اور اللہ تعالیٰ آپ کے قلب کو اپنے بے شمار بوسوں سے اور

رحمتوں سے اور نوازشوں سے پیار کرے گا جس کے سامنے آپ کو ہفت اقلیم کی سلطنت لٹتی ہوئی، نیلام ہوتی ہوئی نظر آئے گی اور سورج و چاند کی روشنی میں لوڈشیڈنگ محسوس ہوگی اور ساری کائنات اور کائنات کی تمام رنگینیاں آپ کو بے قدر معلوم ہوں گی اور آپ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ ؎

جمال اُس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

اے دنیا والو! یہ دنیا کی رنگینیاں اللہ تعالیٰ کے جمال کو نہیں چھپا سکتیں جبکہ ہر پھول خود اُن کا نشان اور اُن کا پتا دے رہا ہے۔ لٰہذا اُن کے جمالِ غیر محدود اور صفاتِ لافانی و بے مثل کو الفاظ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ہرچہ گویم عشق را شرح و بیاں
چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں

جب جب میں اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت کی لذتِ غیر محدود، لذتِ قربِ غیر فانی اور لذتِ قربِ بے مثل کو اور اللہ کے عشق و محبت کی داستان کو مست ہو کر بیان کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ آج کا میرا بیان نہایت عالی شان ہے، مگر جب دوبارہ مجھ پر عشق طاری ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اپنی محبت کی نئی کیفیت طاری کرتے ہیں اور آسمان سے دوبارہ اپنے دردِ محبت کی نئی ڈش اُتارتے ہیں تو میں پچھلے مضمون سے اور پچھلے طرزِ بیان سے شرمسار ہوتا ہوں کہ یا اللہ! جو پہلا بیان تھا اُس میں مجھ سے آپ کی محبت کا حق ادا نہیں ہوا اور آپ کے کرم سے آج کا بیان اگرچہ پہلے بیان سے اعلیٰ ہے لیکن حق آج کے بیان میں بھی ادا نہیں ہوا اور جو کہہ دے کہ مجھ سے حق ادا ہوگیا وہ نادان ہے کیوں کہ اُن کی ہر وقت ایک نئی شان ہے اور اُن کی ہر شان غیر محدود ہے، بے مثل ہے، غیر فانی ہے اور ہم محدود ہیں۔ اس لیے ہمارے محدود پر ہماری صفتِ محدودیت کے مطابق ہماری تابِ ضبط اور ضعفِ تحمل کے لحاظ سے، ہمارے تحمل کے بقدر حق تعالیٰ اپنی شانِ غیر محدود کی تجلی کا ظہور فرماتے ہیں جس سے کچھ کچھ خوشبو بے مثلیت، غیر محدودیت اور غیر فانیت کی اور شرابِ اَزلی اَبدی کی اپنے عاشقوں کو سنگھا دیتے ہیں

جس سے اُن کے عاشقوں کی بھی ہر وقت ایک نئی شان معلوم ہوتی ہے اور شرابِ ازلی ابدی یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے مزے کے مقابلے میں دنیا کی شراب غیر اَزلی اور غیر اَبدی اُن کی نگاہوں میں بالکل حقیر ہو جاتی ہے اور وہ اپنے پھٹے پرانے لباس میں اور چٹنی روٹی میں اور اپنے بوریے پر سلطنت کا مزہ پاتے ہیں۔ اب شعر سنیے خواجہ صاحب کا ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اور میرا شعر ہے ؎

یادِ خدا کا ہر نفَس کون و مکاں سے کم نہیں
اہلِ وفا کا بوریا تختِ شہاں سے کم نہیں

اہلِ وفا کا بوریا بادشاہوں کے تختِ سلطنت سے کیوں افضل ہے؟ کیوں کہ اس بوریا پر بادشاہوں کو تخت و تاج کی بھیک دینے والے کا نام لیا جاتا ہے۔

## قافلۂ جنت اور اُس کی علامات

اور اہلِ وفا کون ہیں؟ قافلۂ جنت والے ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں جس کی آج میں نے تلاوت کی ہے کہ اگر کسی کو دیکھنا ہو کہ جنت کا قافلہ کون سا جارہا ہے اور اہلِ جنت کون لوگ ہیں تو اس کی دو علامتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیں: نمبر ۱ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جو شخص اللہ سے ڈرے کہ ایک دن مجھے حساب دینا ہے۔ اور اللہ کے خوف کی کیا دلیل ہے کیا علامت ہے کہ اُس کے دل میں اللہ کا خوف ہے: وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی وہ اپنے نفس کو بُری خواہش سے روکتا ہے اور یہ دوسری علامت ہے اہلِ جنت کی۔ جس کو دیکھو کہ وہ اپنے نفس کو بُری عادتوں سے اور بُرے اعمال اور بُرے افعال سے روک رہا ہے تو سمجھ لو کہ اُس کے دل میں اللہ کا خوف ہے اور یہی قافلۂ جنت کے لوگ ہیں، یہی اہلِ وفا ہیں کہ جو اللہ کو راضی کرنے کے لیے اپنی آرزوؤں کا خون کرلیتے ہیں، اپنے دل کو توڑ دیتے ہیں لیکن اللہ کے قانون کو نہیں توڑتے۔ اور اپنے نفس کو بُری خواہش سے کیوں روک لیتے ہیں؟ کسی فوج کے ڈر

سے نہیں۔ یہاں تک کہ اپنے ابّا کے ڈر کے مارے بھی نہیں۔ یہاں تک کہ اپنے مرشد کے ڈر کے مارے بھی نہیں یا اگر مرشد ہے تو مریدوں کے خوف سے نہیں، یا امام ہے تو مقتدیوں کے خوف سے نہیں کہ مقتدی یہاں ہیں، اگر گڑبڑ اور نامناسب کام کروں گا تو امامت چلی جائے گی، تو پھر نفس کو کیوں روکتا ہے؟ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ اپنے رب کے خوف سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتادیا کہ جو اپنے نفس کو روکے مگر صرف میرے خوف سے وہ اہلِ جنت کے قافلے میں سے ہے فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی [۵] اُس کا ٹھکانہ جنت ہے، چاہے کوئی ہو یا نہ ہو، بالکل تنہائی ہو اور گناہ خود اس سے لپٹنے کی تمنا کررہا ہو، لیکن یہ پناہ مانگے گا کہ ؎

الٰہی پیار سے دیکھے نہ یہ گناہ مجھے

تو یہ عرض کررہا ہوں کہ ہماری تنہائی بھی اللہ والی ہونی چاہیے۔ خلوت ہو یا جلوت ہو ہر جگہ مالک کی دوستی تازہ تر اور گرم تر رہے۔ کہیں بھی اُس میں پھیکا پن اور ٹھنڈا پن نہ آئے، تو یہ دونوں آیتیں ملا کر قافلۂ جنت کی آج ڈیزائن پیش کررہا ہوں۔ کیسے معلوم ہو کہ یہ جنت کا قافلہ ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے خلوتوں میں اور جلوتوں میں، تنہائی میں اور مجمع میں قَلْبًا وَ قَالِبًا وَ عَیْنًا اللہ کے ساتھ رہے یعنی اپنی نظر اور دل اور جسم کی ہر طرح سے ہر وقت گناہ سے حفاظت کرتا ہے اور ہر وقت اپنے اللہ پر نظر رکھتا ہے۔ اصلی سالک اور اصلی عاشق وہی ہے جس کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کرے۔ گناہوں کے لاکھ تقاضے ہوں لیکن وہ اللہ سے کہتا ہے کہ اے خدا! میرا دل تو چاہتا ہے کہ اس عورت کو یا اس لڑکے کو دیکھ لوں یا یہ گناہ کرلوں، مگر میں آپ کی نظر پر نظر رکھ رہا ہوں کہ آپ کی نظر کا کیا فیصلہ ہے؟ کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں؟ دل میں آواز آجائے گی، آپ کا دل خود کہے گا کہ اے میرے عاشقِ نظر! میری نظر کا فیصلہ یہی ہے کہ تو اپنی نظر کو یہاں سے ہٹالے ؎

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

تو اللہ تعالیٰ کو کیا اس پر پیار نہ آئے گا کہ میرا ایک بندہ یہ بھی ہے کہ آنکھوں میں روشنی ہے،

---

۵ النّٰزعٰت: ۴۱

اندھا نہیں ہے مگر اپنی روشنی اور بینائی کو کس طریقے سے استعمال کر رہا ہے۔ کبھی اندھا بن رہا ہے، کبھی بینا بن رہا ہے۔ جہاں دیکھتا ہے کہ میں خوش ہوں وہاں بینا بن جاتا ہے، جہاں دیکھتا ہے کہ میری خوشی نہیں وہاں نابینا بن جاتا ہے تو اس نے اپنی زندگی کو مجھ پر فدا کر دیا۔ خلوت ہو یا جلوت یہ جانتا ہے کہ میرا ربّ تو ہر جگہ ہے، تنہائی میں بھی ہے اور مجمع میں بھی ہے اس لیے کہ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ اس کا خوف دائمی ہوگا اور اسی خوف کی وجہ سے یہ خلوت میں اور جلوت میں وَ نَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی رہے گا، اپنے نفس کو بُری خواہشوں سے روکتا رہے گا چاہے گناہ کا لاکھ تقاضا ہو۔

یہاں ایک مسئلہ سن لیجیے کہ تقاضائے معصیت آپ کے لیے کچھ مضر نہیں جب تک آپ اُن پر عمل نہ کریں کیوں کہ اگر ھَوٰی یعنی خواہش اور تقاضائے گناہ نہ ہو تو روکیں گے کیا؟ اگر آپ مجھے منع کریں کہ آپ اس وقت چشمہ نہ لگائیے تو آپ کا یہ کلام صحیح ہوگا کیوں کہ میں نے چشمہ لگایا ہوا ہے۔ جب چشمہ لگا ہے تب ہی تو آپ کہیں گے کہ نہ لگائیے۔ معلوم ہوا کہ ہر نَھِیْ اپنے مَنْھِیْ عَنْہُ کے ثبوت کو چاہتی ہے، ہر منع کرنا اس ممنوع چیز کا وجود چاہتا ہے، اور اگر آنکھوں پر چشمہ نہیں لگایا ہوا ہے پھر آپ کہیں کہ چشمہ اُتار دیجیے تو یہ جملہ غلط ہو جائے گا یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی یعنی جو اپنے نفس کی بُری خواہشوں کو روکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بُری خواہش کا وجود ضروری ہے کیوں کہ بُری خواہش سے اللہ تعالیٰ منع فرما رہے ہیں، لہٰذا ممنوع چیز کا وجود ضروری ہوا۔ معلوم ہوا کہ بُری خواہش تو ہوگی بس ہمیں اُس کو روکنا ہے، اُس پر عمل نہیں کرنا ہے۔ اس لیے میرے پیارے دوستو! بُری خواہش سے گھبرایا نہ کرو، ایک کروڑ تقاضے بُرائی کے آئیں تو آنے دو، بس اُن پر عمل نہ کرو، اور جتنی بُری خواہشوں کی بھرمار ہوگی روکنے میں اُتنا ہی زیادہ مجاہدہ ہوگا اور جتنا زیادہ مجاہدہ ہوگا اُتنے ہی انوار زیادہ ہوں گے۔ شدید خواہش کے سیلاب کو روکنے میں زیادہ جھٹکا لگے گا۔ جیسے تیز پانی کو جھٹکا دے کر بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں مجاہدہ کا جھٹکا دے کر تجلّی دینا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج کا مضمون بالکل نیا ہے۔ میری طاقت نہیں ہے کتاب دیکھنے کی، بس اللہ تعالیٰ سے مانگ کے بیٹھتا ہوں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ! آپ ہی مدد

کر دیجیے، ہر پیر ہر جمعہ کو نیا مضمون کہاں سے لاؤں، مگر آپ دیکھتے ہیں کہ ہر جمعہ اور پیر کو مضمون بدل جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔

آج قافلۂ جنت کی میں نشاندہی کر رہا ہوں کہ جنت کے قافلے کون ہیں؟ جن کے دل میں اللہ کا خوف ہو، مگر خوف کتنا ہو وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى بس اتنا خوف ہو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روک دے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ[۶]

اے خدا! اپنی خشیت، اپنا خوف ہم کو اتنا دے دیجیے جو ہمارے اور آپ کی نافرمانی کے درمیان میں دیوار بن جائے، رکاوٹ بن جائے، حائل ہو جائے۔ بس اتنا خوف مطلوب ہے، اس سے زیادہ خوف مطلوب نہیں کہ ہر وقت کانپتے رہیں کہ نہ دوکان جائیں، نہ دفتر جائیں، بیوی بچوں کو بھول جائیں اور بیمار پڑ جائیں۔

## خوف اور خشیت کا فرق

میں نے وعدہ کیا تھا کہ خوف اور خشیت کا فرق بتاؤں گا کیوں کہ قرآنِ پاک میں دونوں لفظ آئے ہیں۔ بتاؤ! میں کہاں چلا گیا تھا؟ یہ کون مجھ کو واپس لایا۔ یہ وہ ذات ہے جو نظر سے پوشیدہ ہے مگر اُس سرکار کا عالمِ غیب سے تصرف جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر مجھے اس مقام پر واپس لے آئے۔ کسی نے یاد بھی نہیں دلایا کہ خوف میں اور خشیت میں کیا فرق ہے حالاں کہ دونوں کا ترجمہ ڈر کیا جاتا ہے، خوف کا معنیٰ بھی ڈر، خشیت کا معنیٰ بھی ڈر۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا[۷]

اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علماء ہیں۔ جو عالم اللہ سے نہ ڈرے وہ اس آیت کی رُو سے عالم نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم کے لیے خشیت لازم ہے جس طرح آگ کے لیے حرارت لازم ہے۔ اگر کسی آگ میں ٹھنڈک کا اثر آجائے تو وہ آگ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ

---

۶ جامع الترمذی: ۱۸۸/۲، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

۷ فاطر: ۲۸

میرے بندوں میں سے جو علماء ہیں وہی مجھ سے ڈرتے ہیں لہٰذا اگر تم عالم ہو تو کیوں نہیں ڈرتے؟ یہی دلیل ہے کہ تم عالم نہیں ہو۔ اور کہیں اللہ تعالیٰ نے خشیت کے بجائے خوف کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً: یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ[۸] اور جیسے اس آیت میں فرمایا: مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ تو خوف اور خشیت کا فرق علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ خوف اور خشیت کا عام مفہوم تو ڈر ہی ہے مگر خوف کہتے ہیں اُس ڈر کو جس میں عظمت ضروری نہیں ہے، بلا عظمت کے بھی خوف ہوتا ہے۔ جیسے تھانیدار کا ڈر، پولیس کا ڈر کہ عظمت نہیں ہوتی مگر ڈر ہے۔ اب ایک اور مثال سنیے جو اس سے زیادہ قریب الفہم اور آسان تر ہے کہ سانپ نکلا تو اُس کا ڈر ہوتا ہے، مگر کیا دل میں اُس کی عظمت ہوتی ہے؟ اگر عظمت ہوتی تو جوتے سے پٹائی کیوں کر رہے ہو؟ ڈنڈے کیوں لگا رہے ہو؟ معلوم ہوا کہ خوف کا استعمال عظمت پر بھی ہوتا ہے اور بغیر عظمت پر بھی ہوتا ہے، مگر خشیت کا استعمال صرف وہیں ہوگا جہاں خوف کے ساتھ عظمت لازم ہو۔ اس لیے یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے سانپ سے خشیت ہے، پولیس والوں سے خشیت ہے، بھیڑیے یا پاگل کُتّے سے خشیت ہو رہی ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے یہاں لفظ خوف کا استعمال جائز ہے، خشیت کا جائز نہیں۔ خشیت کا استعمال خاص ہے جہاں خوف کے ساتھ عظمت شامل ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہیں خشیت اور کہیں مطلق خوف استعمال فرمایا اور قرآن پاک کی تفسیر کا اصول ہے کہ جب ایک جگہ معنیٰ مقید ہو جائیں تو ہر جگہ مقید ہوں گے لہٰذا جہاں جہاں لفظ خوف مطلق آیا ہے وہ خشیت کے معنیٰ سے مقید ہوگا، اس لیے خوف کا ترجمہ خشیت ہی ہوگا کیوں کہ اللہ کے خوف کے ساتھ عظمتِ الٰہیہ ضروری ہے جبکہ مخلوق سے خوف کے لیے عظمت کا ہونا ضروری نہیں۔ یہ فرق ہے خشیت اور خوف کا۔

تو وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ کا مطلب ہے کہ جو اپنے رَب کی عظمت کی وجہ سے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے کہ اللہ کو منہ دکھانا ہے اور اُن کو حساب دینا ہے اور اللہ مجھ کو آسمان سے دیکھ رہا ہے کہ میری نظر کہاں جا رہی ہے اور میری نظر پر اُن کی

---

۸؎ النور: ۳۷

نظر جمی ہوئی ہے۔

میری نظر پہ اُن کی نظر پاسباں رہی
افسوس اِس احساس سے کیوں بے خبر تھے ہم

اللہ کا خوف ہو اور خدا کے خوف سے خلوت میں، جلوت میں، تنہائی میں، مجمع میں ہر جگہ ہم اللہ کو ناراض کرنے سے ڈر رہے ہوں۔ شیطان کہے گا کہ یہاں تو کوئی نہیں ہے تو شیطان سے کہو کہ اللہ تو ہے، وَهُوَ مَعَكُمْ وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے اور جب وہ ساتھ ہے تو وہ نابینا نہیں ہے۔ جو دوسروں کو آنکھیں عطا فرماتا ہے وہ بھلا خود نابینا ہوگا! تو جب وہ ساتھ ہے اور دیکھ رہا ہے تو اللہ کے خوف سے اللہ کی ناپسندیدہ خواہشات کو توڑنا اسی کا نام سلوک ہے۔ اسی کا نام بندگی ہے اسی کا نام عشقِ الٰہی ہے۔ اسی کا نام تصوف ہے۔ اسی کا نام احسان ہے۔ اسی کا نام ایمان ہے اور اسی کا نام اسلام ہے۔

## گناہوں سے بچنے کا آسان راستہ

اگر گناہ کے تقاضوں کو توڑنے کا حوصلہ نہیں ہے تو اللہ والوں سے جڑو۔ دیسی آم میں لنگڑے آم کی قلم اور پیوند لگا دو تو دیسی آم لنگڑا آم بن جاتا ہے۔ اپنے دیسی دل میں اللہ والوں کے لنگڑے دل کی قلم لگالو تو آپ کا دیسی دل اللہ والا دل بن جائے گا۔ جب تربیت ہوگی تو اُس اللہ والے کا ایمان، اُس کا احسان، اُس کا اسلام آپ میں منتقل ہو جائے گا۔ دل میں ایمان ویقین کی گرمیاں آجائیں گی، مخنثیت رجالیت سے تبدیل ہو جائے گی۔ یہ اللہ والوں کی صحبت ایسا قوی معجون ہے کہ دنیا میں کسی دواخانے سے نہیں پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ [۹] کہ میرے عاشقوں میں رہو تو تمہارا ذوقِ فاسقی ذوقِ عاشقی سے تبدیل ہو جائے گا اور تمہاری قسمت بدل جائے گی، تم قافلۂ جنت والوں میں شامل ہو جاؤ گے اور اس کے لیے بتا دیا کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو اور جب یہاں آپ گلشن اقبال میں آئیں تو دو نیت کر لیجیے کہ دین کی باتیں بھی سنیں گے اور ہمیں اللہ والوں کے غلام کی صحبت بھی مل جائے گی اور کتنے

---

۹ التوبة: ۱۱۹

اللہ والے یہاں آتے ہیں، اُن کی صحبت بھی نصیب ہو جائے گی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ایک چراغ کے بجائے اگر بیس چراغ جل رہے ہوں تو کیا روشنی بڑھ نہ جائے گی۔ اگرچہ نور ضعیف سہی مثلاً چالیس چالیس پاور کے دس بلب جل رہے ہوں تو چار سو پاور کی روشنی نہ ہو جائے گی؟ تو یہ نہ سوچئے کہ یہ معمولی لوگ ہیں، مجھ کو خود اُن کی صحبت سے فائدہ ہوتا ہے۔ علامہ آلوسی یا مولانا رومی نے فرمایا کہ کعبہ پر اللہ کی تجلیات کی بارش ہو رہی ہے، اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کا نور بھی شامل ہے۔ لیکن مولانا نے ایک بات اور بیان کی جو آپ کہیں نہ سنیں گے کہ کعبہ کے اندر جتنے اولیاء اللہ بیٹھے ہیں، کعبۃ اللہ کے نور کے ساتھ اُن کا نور بھی فضا کو جگ مگ کر رہا ہے۔ اس لیے کعبہ میں قدم رکھتے ہی ایمان بڑھ جاتا ہے۔ تو اتنے بندے جو اللہ کے لیے یہاں آتے ہیں کیا اُن کا نور اثر انداز نہ ہو گا؟ اللہ والوں کا خود ایک نور ہوتا ہے اور اُن ہی کی برکت سے مجھے مضامین کی آمد ہوتی ہے۔ جیسے مہمان ہوتے ہیں ویسی ہی ڈش آتی ہے یا نہیں؟ آپ کے دستر خوان پر جیسی عظیم شخصیتیں ہوں گی ویسی ہی عظیم ڈش آپ کی ہو گی۔ اگر آپ کے یہاں بادشاہ مہمان ہو جائے تو کیا اُسے معمولی کھانا کھلاؤ گے یا اُس کی حیثیت کے مطابق کھانے کا اہتمام کرو گے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا دستر خوان ہے جس درجے کے لوگ آتے ہیں اور جس کے دل میں اللہ کی جیسی تڑپ اور پیاس ہوتی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ جس درجے کا ولی بنانا چاہتا ہے ہر ایک کی قسمت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ غذائے روحانی کی ڈش بھیجتا ہے۔ اور جو میں گزارش کر رہا ہوں اس پر اگر عمل کر لیا جائے تو اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچ کر ان شاء اللہ! اللہ کے پاس جانا ہو گا۔ ذرا سی محنت ہے، اللہ کا راستہ بہت آسان راستہ ہے۔ جتنی محنت جتنی پریشانی گناہوں کے کرنے میں ہے اتنا ہی آرام گناہوں سے بچنے میں ہے کیوں کہ گناہ ایک کام ہے اور بتایئے! کام کرنا آسان ہے یا کام نہ کرنا؟ ظاہر ہے کہ کام نہ کرنا آسان ہے۔ بس کام نہ کیجیے اور آرام سے رہیے یعنی گناہ نہ کیجیے اور سکون سے رہیے۔ جن لوگوں نے گناہ چھوڑ دیا انہوں نے بتایا کہ پہلے ہم آگ میں جل رہے تھے اور جب سے گناہ چھوڑ دیے ایسا لگتا ہے کہ جیسے دوزخ سے جنت میں آگئے، گرم چلچلاتی دھوپ سے ٹھنڈک میں ہماری روح آگئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر گناہ کا تعلق اللہ کے غضب سے ہے اور اللہ کے غضب میں ٹھنڈک نہیں ہے۔ دوزخ بھی اللہ کے غضب کا مظہر ہے، غضبِ الٰہی کے ظہور کی جگہ ہے۔ تو

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مظہرِ تجلیاتِ رحمت، مظہرِ تجلیاتِ کرم، مظہرِ تجلیاتِ قرب اور مظہرِ انوارِ اولیائے صدیقین بنادے۔ آمین

اب قربانی کا زمانہ آرہا ہے۔ اس لیے ایک بات عرض کرتا ہوں کہ چاروں اماموں سے کسی امام کے نزدیک گناہ جائز نہیں ہے اور جس طرح جانور کی قربانی واجب ہے، کیا گناہوں کے تقاضوں کی قربانی واجب نہیں ہے؟ جانور کی قربانی سے واجب ادا ہو جائے گا اور بہت ثواب ملے گا لیکن گناہوں کے تقاضوں کی قربانی سے آپ ولی اللہ ہو جائیں گے اور جانور کی قربانی نہ کرنے سے سزا ملے گی، اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے اور گناہوں کی قربانی کرنے سے آپ ولی اللہ ہو جائیں گے تو جانور کی قربانی کرکے سزا سے بچنا بھی ضروری ہے اور گناہوں کے تقاضوں کی قربانی کرکے ولی اللہ بننا بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ دونوں جہاں عطا فرمادے، دنیا بھی دے آخرت بھی دے۔ اور ہم سب کو، ہماری ذُرّیات کو، ہماری اولاد کو، ہمارے احبابِ عالم کو، حاضرین کو، حاضرات کو، سامعین کو، سامعات کو، غائبین کو، غائبات کو کسی کو بھی محروم نہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں کی نعمتوں سے مالامال فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے ملاتے ہیں سُنّت کے راستے

# اصلاح کا آسان نسخہ

## حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

## دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو کہ

اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں۔ میں فرماں برداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، سخت گناہ گار ہوں، میں تو عاجز ہو رہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمایئے۔ میرا قلب ضعیف ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں ہے، آپ ہی قوت دیجیے۔ میرے پاس کوئی سامانِ نجات نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجیے۔ اے اللہ! جو گناہ میں نے اب تک کیے ہیں، انہیں آپ اپنی رحمت سے معاف فرمایئے۔ گو میں یہ نہیں کہتا کہ آیندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آیندہ پھر کروں گا، لیکن پھر معاف کرالوں گا۔

غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار، اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کرلیا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو۔ بدپرہیزی بھی مت چھوڑو۔ صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کرلیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا ہو جائے گا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی، شان میں بٹہ بھی نہ لگے گا اور دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی۔ غرض غیب سے ایسا سامان ہو جائے گا کہ جو آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

❀❀❀❀

انسان اس عارضی دنیا میں ہر چیز دائمی چاہتا ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں مختصر وقت کے لیے بھیجا ہے اور اس کا مقصد جنت کمانے کی تیاری کرنا ہے۔ قرآن پاک کا اعلان ہے کہ کامیاب انسان وہ ہے جسے اللہ نے جہنم سے بچالیا اور جنت میں داخل کردیا۔ جنت کس کا ٹھکانہ ہے؟ اس میں داخل ہونے والے کون لوگ ہیں؟ اور جنت کے حصول کا طریقہ کیا ہے؟ اور جنت جانے والے قافلے کی علامت کیسے معلوم ہو؟

شیخ العرب والعجم مجدد زمانہ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ ''قافلۂ جنت کی علامت'' میں ان تمام سوالات کا جواب موجود ہے۔ اس میں حضرت والا نے جنت جانے والے لوگوں کی علامات اور پہچان قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں جس اثر انگیز انداز میں بیان فرمائی ہیں وہ انتہائی قابل وجد ہے۔ اس وعظ کو پڑھنے کے بعد راہِ جنت پر چلنا آسان ہوجاتا ہے اور سیدھی راہ سے گمراہ کرنے والے راستوں کی پہچان ہوجاتی ہے۔



AW042